رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۹۲۲
ٹیلیفون نمبر ۲۹

تار کا پتہ
"انجمن علی گڑھ"

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) کا پندرہ روزہ اخبار

فی پرچہ دو آنے — سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۱۲	یکم نومبر ۱۹۵۴ء	ایڈیٹر۔ قاضی عبد الغفار	۴ ربیع الاول ۱۳۷۴ھ	نمبر ۴۵

کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا؟

ہر طرف سے تقاضے اور شکوے ہو رہے ہیں کہ مرکزی انجمن نے علاقائی زبان کے متعلق اپنی یادداشت کا جواب حاصل کرنے کی کیا کوشش کی ہے اور زیادہ کوشش کیوں نہیں کی۔ یہاں کوشش کے کم اور زیادہ ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں۔ جو تحریک مرکزی انجمن نے اٹھائی تھی اسے اس کی منطقی منزل تک پہنچا دیا گیا۔ اور اب جمہوری اور دفتری طریقۂ کار کا جو پیچ و خم ہے۔ وہ انجمن کی دسترس سے باہر ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مرکزی حکومت ہماری یادداشت پر ہمدردانہ غور کر رہی ہے۔ لیکن اس مسئلے کو جلد فیصلہ کرنے میں کیا رکاوٹیں درپیش ہیں۔ ان کا اندازہ کرنا آسان نہیں۔ ہم اردو دوستوں کے اس اضطراب اور ان کے دلوں کی بے چینی کو پوری طرح محسوس کرتے ہیں۔ جو ابھی تک علاقائی تحریک کا نتیجہ حاصل نہ ہونے سے قدرتاً پیدا ہو رہی ہے۔ ہم خود اس بات کو بار بار سوچ رہے ہیں کہ اگر خدانخواستہ اس تحریک کا نتیجہ حسب مراد نہ نکلا تو وہ دن اردو دوستوں کے لئے بڑی ہی آزمائش کا دن ہوگا۔

لیکن ہم ان سب کو یقین دلاتے ہیں کہ جہاں تک مرکزی انجمن کا تعلق ہے ہماری طرف سے جد و جہد میں کوئی کمی اور کوتاہی نہیں ہوئی ہے۔ اور مخالف حالات سے باخبر ہونے کے باوجود ہمیں ابھی تک یقین ہے کہ صدر جمہوریہ کا فیصلہ وہی ہوگا جو از روئے انصاف ہونا چاہئے۔ تاخیر، تعویق اور تامل جمہوری طریقہ کار کے لئے مسلمہ اور نمایاں پہلو ہیں جن سے کوئی ناواقف نہیں۔

ناگپور کے اردو پرائمری اسکول

اس قضیہ کی بہت سی تفصیلات شائع ہوتی رہی ہیں۔ اور یہیں معلوم ہے کہ مدھیہ پردیش کی صوبائی انجمن ترقی اردو اور جمعیۃ علما نے اس مسئلے کو حل کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ انجمن ترقی اردو اور جمعیۃ علما مقامی حکومت کو بار بار کارپوریشن کی زبردستی اور ناانصافی پر توجہ دلا چکی ہیں جو ناگپور کارپوریشن نے اردو کے ابتدائی مدارس کو بند کرنے کا فیصلہ کر کے روا رکھی ہے۔ اب معلوم ہوا ہے کہ جمعیۃ علمائے ناگپور نے ایک یادداشت پنڈت جواہر لال نہرو اور وزیر تعلیم مولانا آزاد کی خدمت میں پیش کی ہے جس میں ناگ پور کارپوریشن کے اس فیصلے کو جمہوریت کی منشا اور دستور ہند کے خلاف قرار دیا گیا ہے جس کے تحت ناگ پور میں اردو کے تمام پرائمری اسکول بند کئے جا رہے ہیں۔ یادداشت میں اس امر کی شکایت کی گئی ہے کہ اگرچہ اس سلسلے میں ارباب اختیار سے مختلف وفود نے ملاقاتیں کیں اور احتجاج کیا لیکن کوئی توجہ نہیں کی گئی۔

میمورنڈم میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ " ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حکومت پرائمری تعلیم دینے کی اپنی ذمہ داری کو بچوں کے والدین پر ڈالنا چاہتی ہے۔ برٹش گورنمنٹ کے زمانے میں اردو اسکولوں کے چلانے کا انتظام تمامتر حکومت کیا کرتی تھی۔ مگر افسوس ہے کہ ملک آزاد ہو جانے کے بعد اب اردو اسکولوں کا وجود بھی برداشت نہیں کیا جا رہا ہے۔ اردو ملکی زبانوں میں سے ایک ممتاز زبان ہے۔ اس لئے اردو اسکولوں کا ختم کر دینا کسی طرح بھی حق بجانب نہیں۔ اردو کو دوسری ہندوستانی زبانوں کے ساتھ قائم رہنے دینا لازمی ہے اگر ایسا نہیں کیا گیا تو اردو بولنے والے ہندوستانی شہریوں کے ایک خاص طبقے کے ساتھ بڑی بے انصافی ہوگی۔ اس بدسلوکی اور حق سے محرومی کا اس طبقے کو کافی احساس ہو رہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ناگپور کے اردو پرائمری مدارس کا معاملہ تمام مدھیہ پردیش میں اردو زبان کے مسئلے کی کلید بن گیا ہے اور اسی کے فیصلے پر اب اس بات کا انحصار ہے کہ اس ریاست میں اردو زبان کا حشر کیا ہوتا ہے۔ ایک ایسی ریاست میں، جہاں ہندی کے علاوہ ایک دوسری علاقائی زبان کا وجود اتنی اہمیت رکھتا ہے کہ حکومت کی یہ مجال نہیں کہ وہ مرہٹی زبان کے مفاد کے کسی پہلو کو نظر انداز کر سکے تو اردو کی اقلیت کو جو نہ ہندی کی مدمقابل ہے اور نہ مرہٹی کی بالکل فنا کر دینے کی کوشش کرنا حکومت کی تنگ ظرفی کا کھلا ہوا ثبوت ہوگا۔

اب وقت آگیا ہے کہ مدھیہ پردیش میں اردو والوں کا محاذ زیادہ مستحکم کیا جائے۔

بجواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا لفافہ آنا ضروری ہے — منیجر

ہلکے ہلکے اشارے

—— ذرا اس خبر کو مع اس کی سرخی کے پڑھ ڈالئے۔

"خوش خو خوش گلو اور خوشرو شاعروں کی ضرورت"

رام پور ۵ ر اکتوبر۔ معلوم ہوا ہے کہ بریلی میں شفیق ادب کی طرف سے ۳۰ ر اکتوبر کو ایک طرحی مشاعرہ ہو رہا ہے مصرع طرح اس طرح ہے ۔

"چاند جو چرخ بریں پر، چاندنی محفل میں ہے"

اس مشاعرے کے سکریٹری نے مشاعرے میں شرکت کے لئے شعرائے کرام کو جو دعوت نامے جاری کئے ہیں۔ ان میں ان سے یہ درخواست بھی کی ہے کہ اگر ہو سکے تو اپنے ساتھ خوش خو، خوش گلو اور خوشرو شاعر بھی لائیں۔ رام پور کے خوش رو، خوش خو اور خوش گلو شاعروں کے لئے نادر موقع ہے۔ وہ دفتر ناظم تشریف لے آئیں تاکہ سکریٹری مشاعرہ کی خواہش کے مطابق انھیں مشاعرے میں بھیجنے کا انتظام کیا جا سکے۔"

—— یہ ایک لطیفہ لطف اندوز ہونے کے قابل ہے کہ مشاعروں کی بات کہاں سے کہاں پہنچی۔ ابھی تک تو بعض احباب یہی شکایت کرتے رہتے تھے کہ ملک میں مشاعروں کا ایک بے پناہ سیلاب آگیا ہے اور بانیان کی رائے میں ہر مشاعرہ جو وہ کرتے ہیں وہ اردو زبان کی حفاظت اور خدمت کا ایک موجب ہوتا ہے! لیکن اب تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ مشاعرے حسن اور رنگے بازی کی نمائش بن جانے والے ہیں۔ اب جبکہ شعر کے ساتھ حسن اور موسیقی کا پورا پورا سنگم ہو گیا تو اب سمجھئے کہ آرٹ مکمل ہے!! —— اگر مندرجہ بالا خبر صحیح ہے تو ہم بریلی کی اس انجمن ادب کو مبارک باد دیتے ہیں کہ اس نے بیک وقت شعر، حسن اور موسیقی پر اس قدر شفقت فرمائی!

—— کچھ تعجب نہیں اگر یہ شرط بھی عائد ہو جائے کہ شفیق ادب کے مشاعروں میں حضرات شعرائے کرام لپ اسٹک اور پاؤڈر لگا کر آئیں اور ڈھولک اور مجیرے والوں کو ساتھ لائیں!

—— وہ ایک دوست کی بات یاد آتی ہے کہ۔

اے اللہ! ہماری قوم کو روزی دے یا نہ دے، لیکن تھوڑی سی عقل ضرور دے!

—— اس خوش مذاقی کی حسین کا مظاہرہ بریلی میں ہونے والا ہے دوسرے شہروں کے مشاعرہ باز بھی ضرور تقلید فرمائیں!

—— مدھیہ پردیش میں ہندی ساہتیہ سمیلن کی صدارت کرتے ہوئے سری برج لال بیانی نے زبان کے مسئلے پر جن خیالات کا اظہار کیا وہ ہندی کے بہت سے پرجوش پریمیوں کے لئے قابل قبول نہ ہوں گے۔ انھوں نے فرمایا کہ:۔

"ہمارے دستور نے ہندی کو سرکاری زبان کے طور پر

اور دیگر ۱۴ زبانوں کو صوبجاتی زبانوں کے طور پر تسلیم کیا ہے جن چودہ زبانوں کو دستور نے تسلیم کیا ہے ان میں بارہ زبانیں ایسی ہیں جنھیں صوبجاتی زبانیں کہہ سکتے ہیں۔ جو کسی ایک خاص صوبے میں بولی جاتی ہیں جن کا اپنا ادب ہے اور دستور کی منشا کے مطابق جو زبان صوبے میں سرکاری زبان کا کام کرے گی۔ ہندی کو بھارتی سرکاری زبان کی شکل دی گئی ہے اور صوبجاتی زبانوں کو صوبجات کی سرکاری زبان تسلیم کیا گیا ہے سنسکرت اور اردو ان دو زبانوں کو ۱۴ زبانوں کی فہرست میں شامل کیا گیا ہے۔ ان دو زبانوں کا اپنا کوئی خاص صوبہ نہیں ہے۔ لیکن بھارت بھر میں وہ رائج ہیں۔ ہندی والوں کی خواہش ہے کہ ہندی اس ملک میں انگریزی کا مقام حاصل کرے۔ آج دستور میں اس خواہش کو تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔ انگریزی اس ملک کی سرکاری زبان تھی۔ اور اس ملک میں غیر ملکی تعلیم کا ذریعہ تھی۔ دستور کے مطابق ہندی سارے ملک کی تعلیم کا ذریعہ نہیں ہے۔ صوبائی زبانیں ہی ہر صوبے کی تعلیم کا ذریعہ رہیں گی۔ ہندی ایک وزری زبان رہے گی۔ لہٰذا جہاں تک تعلیمی حلقہ کا سوال ہے صوبجاتی زبانیں ذریعہ تعلیم ہیں۔ ہندی سرکاری زبان رہے گی اور کچھ صوبوں میں صوبائی زبانیں بھی سرکاری زبان ہوں گی۔"

——— یہ نقشہ ہندی والوں کے تصورات سے بہت مختلف ہے۔ اگر شری بہاری لال بیانی کوئی ایسی بات اتر پردیش کے کسی پلیٹ فارم سے فرماتے تو انھیں اس کا جواب ملتا!!

——— جہاں تک یہ سوال ہے کہ اردو زبان کا کوئی خاص صوبہ ہے یا نہیں تو ہندوستان کی تاریخ کو جھٹلائے بغیر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ اردو اتر پردیش کی علاقائی زبان نہیں ہے——— ہم ہندوستان کی تاریخ کے ان حقائق کی توثیق ہی کے لئے اتر پردیش میں تاریخی حقیقتوں سے انکار کرنے والوں کا مقابلہ کر رہے ہیں!!

انجمن کی نئی کتابیں

میر تقی میر

(مرتبہ: ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی صاحب۔ دہلی یونیورسٹی)

ملک کے بہترین ادیب اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ میر کے متعلق ڈاکٹر فاروقی کا مطالعہ بہت گہرا اور وسیع ہے۔ اور اس کے دیکھنے ہی سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ آج تک میر کی سوانح اور کلام کے متعلق اس سے بہتر کتاب نہیں لکھی گئی۔

اس کتاب کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ فاضل مولف نے میر کے زمانہ کے تاریخی حالات کو ان کی پوری زندگی اور شاعری کا پس منظر بنایا ہے اور اس طرح ایک تاریخی فریم میں میر کی سیرت کا عکس پیش کیا ہے۔ ابھی تک اردو ادب میں بہت کم ایسی کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں تاریخی پس منظر کے ذریعے سے سیرت اور کردار کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ انجمن اس بات کو اپنا ایک کارنامہ سمجھتی ہے کہ اس نے ڈاکٹر فاروقی سے ایک ایسی اچھی کتاب لکھوائی جس نے تاریخ ادب کے مطالعے کا ایک نیا راستہ پیدا کر دیا۔

قیمت بارہ روپے فی جلد

سیاسیات کے اصول (حصہ اول، دوئم)

(مرتبہ پروفیسر ہارون خاں شیروانی)

جیسا کہ اس کتاب کے نام سے ظاہر ہے سیاسیات کے اصولوں پر اردو زبان میں یہ ایک مستند تالیف ہے جو اس موضوع کے ایک ممتاز ماہر کے قلم سے مرتب کی گئی ہے۔ کتاب کے تین حصے ہیں پہلے حصے میں راج یا مملکت کے متعلق نظریات اور دوسرے میں حکومت کے اجزائے ترکیبی پر بحث کی گئی ہے اور دنیا کے مختلف دستوروں خصوصاً اپنے ملک کے نئے جمہوری دستور سے مثالیں دے کر حکومت کے مختلف حصوں کو واضح کیا گیا ہے۔ تیسرے حصے میں (ابھی تیار نہیں ہے) بین الملکت کے اصول کی تاریخ اور اس کے موزوں روپ پر نظر ڈالی گئی ہے۔ کتاب کے آخر میں سات سو کے قریب سیاسی اور دوسری اصطلاحوں کی دو فرہنگیں بطور ضمیمہ کے شامل ہیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ کتاب ایک بڑی کمی کو پورا کرتی ہے اور یقیناً وہ عام پڑھنے والوں اور طلبا دونوں کے لئے بہت مفید ثابت ہوگی۔

کتاب کے دو حصے جو اب شائع کئے گئے ہیں بجائے خود مکمل ہیں اور ہر حصے کی قیمت تین روپے چار آنے ہے۔

مرقع افغان

(تالیف مولانا ابرار حسین صاحب فاروقی ایم اے)

افغانوں کے لودھی خاندان کے دور حکومت کی ایک مختصر تاریخ ہے جس میں اس عہد کی قدیم تاریخوں سے مدد لی گئی ہے۔ قیمت ۱/۴/۰

انجمن کی خبریں

ناگپور — عبدالستار فاروقی صاحب صدر ترقی اردو مدھیہ پردیش نے مجلس عاملہ منعقدہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۵۸ء کے اراکین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مجلس عاملہ کے اس دوسرے جلسے میں ... آپ حضرات کی آمد میرے لئے باعث راحت ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ کے تعاون اور قیمتی مشوروں سے نہ صرف ان مسائل کے حل کرنے میں مدد ملے گی جو اس وقت محبان اردو کے لئے باعث تشویش ہیں۔ بلکہ ہمارا نظام درست پذیر ہوگا اور اس صوبے میں اردو کی تحریک پھیلے گی۔

حضرات! غالباً آپ اس امر کو تسلیم کریں گے کہ کسی بھی تحریک کی کامیابی کے لئے جہاں جوش اور خلوص کی ضرورت ہے وہیں تنظیم بھی از بس ضروری ہے۔ جوش اور خلوص کے لئے اس یقین کی ضرورت ہے کہ ہم جس مقصد کو لیکر اٹھے ہیں وہ نیک اور اچھا ہے اور اس کی ترقی میں ملک میں مشترکہ ثقافت اور سنسکرتی کی ترقی کا راز مضمر ہے۔ میں اردو ہندستانی کو ہندوستان میں رہنے بسنے والی مختلف اقوام کی میل جول کا نتیجہ قرار دیتا ہوں اور اس لئے سمجھتا ہوں کہ اس دیس میں یہ زبان جس قدر ترقی کرے گی اسی قدر ہماری ملی جلی تہذیب اور ملا جلا رہن سہن کا طریقہ بڑھے گا۔ یہاں یہ سمجھ لینا بھی ضروری ہے کہ ہم اردو کو ہندستانی سے الگ کوئی چیز نہیں سمجھتے۔ یہ تو غلامی کے دور کی پیدا کی ہوئی مصنوعی تقسیم ہے جس سے ہمارے حکمرانوں کا یہ مقصد تھا کہ ہم لسانی طور پر بھی الگ ہو جائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انیسویں صدی کے نصف تک ہماری اس عوامی زبان کا نام ہندی ہندستانی تھا جو فارسی اور دیوناگری رسم الخطوں میں لکھی جاتی تھی۔ گاندھی جی نے اس حقیقت کو خوب اچھی طرح سمجھ لیا تھا اور انھوں نے اپنے طور پر اس کا فیصلہ بھی کر لیا تھا کہ ہندوستان کی زبان کا نام ہندستانی ہوگا۔ اور یہ دونوں لپیوں میں لکھی جائے گی۔ انھوں نے آزادی ملنے کے بعد بھی اپنی رائے نہیں بدلی حالانکہ ان کے بہت سے ساتھیوں نے اپنی رائے بدل دی اور انھوں نے یہی بہتر سمجھا کہ صرف ہندی کو دیوناگری لپی کے ساتھ راشٹر بھاشا بنا دیا جائے اور اسی کے مطابق آج ہندی ہمارے دستور کا جزو ہے جس کو ہم نے بھی خوشی سے تسلیم کر لیا ہے۔ خیال ہے کہ اردو کی حریفانہ حیثیت کے ختم ہو جانے کے بعد اردو ہندی کے جھگڑے بھی ختم ہوں گے اور ہندی کو اس ڈھنگ سے بڑھایا جائے گا کہ وہ صحیح معنوں میں راشٹر بھاشا بن جائے گی اور وہ اتنی سادہ اور آسان ہوگی کہ اردو والے اس کو اپنی لپی میں آسانی سے لکھ پڑھ اور سمجھ سکیں گے۔ مگر افسوس کہ ہندی والے اس کو ایک ایسی ڈگر پر لے جا رہے ہیں جو اس کو ایک خاص مقام پر ضرور پہنچا دیں گے اور عام ہندستانی بولیوں سے وہ ایک مختلف چیز بن جائے گی۔ لوک سبھا کے ڈپٹی اسپیکر نے کہا جاتا ہے کہ مدھیہ بھارت ہندی پرچار سبھا کی ایک کانفرنس میں کہا تھا کہ ہم کو سنسکرت کی بنیاد پر ہندی کی تعمیر اور ترقی کرنی چاہئے۔ آج سے ہزار بارہ سو سال پہلے کے خود مختار بھارت نے ایک بار اس کا تجربہ کیا ہے اس میں اس کو ناکامی ہو چکی ہے۔ اگر موجودہ بھارت کے نیتا اس کا ایک بار اور تجربہ کرنا چاہتے ہیں تو وہ ضرور کریں ہم کو اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ لیکن ایک عام ہندستانی کے ناتے ہم کو اس بات پر ضرور افسوس ہوگا کہ ہمارے عزیز وطن کا قیمتی وقت اور پیسہ برباد ہو رہا ہے۔ اور ہماری راشٹر بھاشا کو ایک ایسے مقام پر پہنچایا جا رہا ہے جو عوام کی دسترس سے باہر ہوگا۔ بہرحال ہندی والے جو چاہیں کریں ہم اردو والوں کا بھی فرض یہی ہونا چاہئے کہ ہم اردو کو زیادہ سے زیادہ عوام کے قریب رکھنے کے لئے اس کی سرلتا اور سادگی کو قائم رکھیں اور اس بات کی زیادہ سے زیادہ کوشش کریں کہ دوسری بولیوں کے الفاظ اس میں آتے جائیں اور اس کو بھارت کی صحیح معنوں میں جیتی جاگتی عوامی زبان بنا دیں۔

حضرات! میں آپ سے کہہ رہا تھا کہ مقصد کے نیک اور اچھے ہونے کے یقین کے ساتھ جوش و خلوص پیدا ہوتا ہے اور جہاں جوش اور خلوص پیدا ہو جاتا ہے وہاں آگے بڑھنے کی راہیں اور اسباب بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ آج آپ ایسی پُرخلوص باتیں طے کریں گے جو مقصد کے حصول میں معاون ثابت ہوں گی۔

حضرات کہا یہ جاتا ہے کہ ہندی کو اپنی راہ پر اور دوسری زبانوں کو اپنی راہ پر چلنے دو۔ اور دوسری زبانوں کی ترقی میں رکاوٹ نہ ڈالو مگر عمل اس کے خلاف ہے۔ اس لئے ہندی کے علاوہ دوسری ہر زبان کے چاہنے والے ہراساں اور پریشاں ہیں۔ اور اسی طرح ہمارے ملک میں بھاشاوار صوبوں کی تشکیل کا جذبہ بڑھ رہا ہے۔ یہ جذبہ ملک کی سالمیت کے لئے کم از کم اس زمانے میں ہرگز مفید نہیں ہے۔ میرا خیال ہے۔ کہ ہم اردو ہندستانی والوں کو بھی ایسے ماحول کے پیدا کرنے میں حصہ نہیں لینا چاہئے اور ہم کیوں حصہ لیں۔ جب کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہماری بولی عوامی ہے۔ اور اس کے لئے صوبے تو الگ رہے ہندوستان کے حدود بھی تنگ ہیں اور اس کے چرچے کاروان ہر کاروان جاری و ساری ہیں۔

محترم ساتھیو! مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ اس صوبے میں اردو کی راہ میں رکاوٹیں ڈالی جا رہی ہیں اور ہر جماعت کو اس کی تعلیم [illegible] کی اجازت دی جا رہی ہے۔ حکومت کا یہ رویہ غالباً اس خیال کی بنا پر ہے کہ اردو ایک فرقے کی زبان ہے۔ اور شاید اسی لئے [illegible] کی پولیس رپورٹ میں اس کا ذکر ایک فرقہ وارانہ تحریک کی بنا پر کیا گیا ہے۔ دہلی اسمبلی کے اس فیصلے کے بعد کہ صوبہ دہلی میں ہندی کے ساتھ اردو بھی دفتروں کی زبان بنی رہے۔ غالباً حکومت مدھیہ پردیش اپنی غلطی کی اصلاح کرے۔ اردو اور ناگپور کارپوریشن کا سوال ہمارے ایجنڈے کا جزو نہیں ہے اس لئے میں یہاں اس پر اظہار رائے کرنا مناسب نہیں سمجھتا

ناگپور ۸؍ اکتوبر ۱۹۵۸ء۔ آج مجلس عاملہ انجمن ترقی اردو مدھیہ پردیش کا ایک جلسہ عبدالستار صاحب فاروقی مدیر الفاروق و صدر انجمن کی صدارت میں بمقام دولت خانہ ملا عبداللہ کریم بھائی ایم پی منعقد ہوا اس میں فاروقی صاحب کے علاوہ حاضرین میں مندرجہ ذیل عہدیداران و اراکین انجمن شامل تھے۔ حاجی صلاح الدین قریشی (نائب صدر) شاکر اورنگ آبادی ایم اے (جنرل سکریٹری) فیض انصاری مدیر چاند (معتمد مالیات) ملا عبداللہ بھائی صاحب ممبر پارلیمنٹ۔ پنڈت شمبھو ناتھ سینگن۔ مرزا عزیز اللہ بیگ صاحب وردھا۔ مونس حسین صاحب ایم۔ اے۔ ہدایت حسین صاحب بی اے۔ حمید جمال صاحب بی۔ اے فرید تنویر صاحب بی۔ اے۔ حنیف فاتح صاحب ایم۔ اے۔ حمید اللہ صاحب آزاد بی اے۔

اس جلسے میں مولانا عبدالرؤف صاحب عاصی۔ شرف الدین صاحب شرف اسرادتی و حافظ محمد یوسف صاحب عاشق برہان پوری کی وفات حسرت آیات پر تجویز تعزیت منظور کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ اردو کی ترویج و اشاعت کے سلسلے میں دیگر تجاویز کے علاوہ ایک تجویز کے ذریعے ۲۴؍ نومبر سے ۳۰؍ نومبر تک سارے صوبے میں اردو ہندوستانی ہفتہ منانے کی تجویز منظور ہوئی جس کے تحت صوبہ بھر میں شاخوں اور دوسرے ادبی تعلیمی اداروں سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ اس ہفتے میں ہندی اور اردو کے مشترکہ مشاعروں اور تحریری و تقریری مقابلوں کا انعقاد کریں تاکہ دوسرے ہندوستانی زبانوں کے ادیبوں سے واسطہ پیدا ہو تاکہ دوسرے لوگ یہ محسوس کریں کہ اردو بھی ہندوستانی زبانوں کی طرح ایک بھارتی اور عوامی زبان ہے۔ اس ہفتہ کو منانے میں فرقہ وارانہ ماحول ہرگز پیدا نہ ہونے دیں۔

کارپوریشن کے اردو مدارس کے سلسلے میں طے کیا گیا کہ مزید اقدامات قاضی عبدالغفار صاحب جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو کی رائے و مشورے کے بعد کئے جائیں۔ صاحب موصوف آئندہ ماہ میں غالباً مولانا حفظ الرحمن صاحب رکن مرکزی انجمن کے ہمراہ تشریف لانے والے ہیں۔ اسی دوران میں محکمہ منتری تشکلاجی سے یادداشت کے جواب کے لئے یاد دہانی کی جائے گی۔

ایک تجویز کے ذریعے انجمن حامی اسلام ناگپور و دیگر مقامی اداروں کے اس اقدام کو سراہا گیا کہ انھوں نے کارپوریشن کے اردو مدارس کی پہلی جماعتیں بند ہونے کے بعد اپنے طور پر نئے مدارس کھول کر باقاعدہ اردو کی تعلیم کا انتظام کر لیا ہے۔ اور اس طرح اردو بولنے والے سیکڑوں بچوں کی مشکلات کو ختم کرنے میں حصہ لیا ہے انجمن کی مجلس عاملہ نے تمام اردو بولنے والوں سے اپیل کی ہے کہ وہ ان اداروں کی ممکنہ امداد کریں۔

ایک اور تجویز کے ذریعے جو یادداشت شاکر صاحب اورنگ آبادی نے محکمہ منتری پنڈت روی شنکر شکلا جی کو بھیجی ہے اس کی توثیق و تصدیق کی گئی اور شاکر صاحب کو اختیار دیا گیا کہ وہ جواب حاصل کرنے کے لئے شکلا جی کو یاد دہانی کا خط لکھیں۔

دفتری امور کے علاوہ صوبے میں اردو کی ترویج و اشاعت کے سلسلے میں بھی کچھ کارروائی عمل میں آئی۔ جلسہ تقریباً ساڑھے تین گھنٹے ہوتا رہا۔

اورنگ آباد دکن ۱۸؍ سے ۲۰؍ اکتوبر تک اورنگ آباد میں ایک شاندار اردو کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ریاست حیدرآباد کے ہر مقام کے نمائندوں نے شرکت کی۔ حیدرآباد کی اردو کانفرنس کی طرح یہاں بھی یہ کانفرنس حامیان اردو کی ملی جلی کانفرنس تھی۔ جس میں مسلم اور غیر مسلم یکساں شریک تھے۔

علی گڑھ دستور قدیم کے مطابق امسال بھی مسلم یونیورسٹی اسٹوڈنٹس یونین کا الیکشن ہوا۔ اس دفعہ الیکشن کے دوران میں گزشتہ سالوں کی بہ نسبت امن و عافیت کا لائق تحسین مظاہرہ کیا گیا۔ جناب نیر قدر واصف علی میرزا صدر یونین اور جناب عابداللہ غازی سکریٹری منتخب ہوئے۔

۱۰؍ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو زیر صدارت وائس چانسلر صاحب رسم تنصیب کابینہ انجام دی گئی۔ نیر قدر صاحب نے اپنے بلیغ اور پر مغز خطبے میں حالات حاضرہ کا جائزہ لیتے ہوئے اردو زبان کے متعلق فرمایا۔

عزیزان گرامی!

ہماری یونین کی شاندار روایات میں سے ایک روایت یہ بھی تھی کہ ہر سال ہمارے ادبی ذوق کی اصلاح و تربیت کے لئے مخصوص طور پر ایک آل انڈیا مشاعرہ منعقد کیا جاتا تھا جس میں عصر حاضر کے مشہور شعرائے کرام شریک ہوتے تھے۔ لیکن ادھر کچھ دنوں سے یہ روایت بھی تختۂ مشق ستم جاری گئی۔ مشاعرہ اور کوی سمیلن کے سوال کو بلا وجہ اور غلط طریقے سے اٹھا کر ہندی اور اردو کے مسئلے کو بھی فتنے میں ڈال دیا گیا۔

ذکر جب چھڑ گیا قیامت کا
بات پہنچی تری جوانی تک

ہماری یہ صورت حال در اصل بہت افسوسناک ہے کہ ہم ایک علمی ادارے میں رہتے ہوئے بھی اپنے دل و دماغ کو تعصب اور تنگ نظری کے مہلک جراثیم سے محفوظ نہ رکھ سکے ماہرین لسانیات کا متفقہ طور پر کہنا ہے کہ اردو اور ہندی کا ہمیشہ سے چولی دامن کا ساتھ رہا ہے دونوں زبانیں ایک دوسرے پر اثر انداز ہوئیں اور دونوں نے ایک دوسرے

کے اثرات کو قبول کیا۔ پھر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ آج اردو کو مسلمان اور ہندی کو ہندو کی زبان قرار دے کر فرقہ وارانہ امتیاز کی ایک زبردست خلیج کیوں قائم کی جا رہی ہے؟ میرے خیال میں یہ سارا فتنہ فریب عقل کا ہے۔ ورنہ کوئی زبان کسی فرقے یا کسی مذہب کے ماننے والوں کی جنس نہیں ہوتی۔ زبان ہمیشہ انسانوں کی باہمی محبت و رفاقت اور آپس کے میل جول سے پھلتی پھولتی ہے۔ اس لئے زبان کے مسئلے کو سمجھنے سے پہلے بنیادی طور پر اس کی وسعت سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اردو کو صرف مسلمانوں کی زبان کہنا یا اسے قومی یکجہتی کا دشمن قرار دینا یقیناً جہالت و لاعلمی کی حیرت انگیز نظیر ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ وقت نے میری مساعدت نہیں کی ورنہ میں بے شمار غیر مسلم ادیبوں اور شاعروں کا ذکر کرتا جن کی بے لوث خدمات اور ان کی مساعی جلیلہ اردو ادب اور زبان دونوں کو زندہ اور پائندہ کئے ہوئے ہیں۔

میں آپ سے یہی عرض کروں گا کہ قلب کی گہرائی اور دماغ کی وسعت کے بغیر ہم اپنی زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے مسئلے کو بھی نہیں سلجھا سکتے۔ کسی زبان کا مسئلہ تو بہرکیف ایک عالمگیر سوال ہے جس کا تعلق ساری قوم اور پورے کلچر سے ہوتا ہے۔

اجمیر شریف

سید انیس نیازی صاحب سکریٹری انجمن ترقی اردو اجمیر شریف تحریر فرماتے ہیں کہ انجمن کے زیر اہتمام ایک شاندار مشاعرہ حویلی دیوان صاحب قبلہ میں منعقد ہوا جس میں مقامی شعرا کے علاوہ باہر سے آئے ہوئے شعرائے کرام نے حاضرین کو محظوظ کیا۔

انجمن عنقریب ایک ادبی اجتماع کرنے کا پروگرام بنا رہی ہے جس میں تعلیم بالغان کے انتظامات اور اردو مکاتب کے مسئلے پر غور کیا جائے گا۔

غازی پور

بذریعہ ڈاک، انجمن ترقی اردو غازی پور کی میٹنگ مدرسہ انیسیہ میں ۵ بجے شام کو منعقد ہوئی جس کی صدارت کے فرائض جناب محمد نورالحسن صاحب صدر انجمن نے انجام دیئے۔ میٹنگ میں صوبے سے آئے ہوئے ایک اہم مکتوب پر غور کیا گیا۔ اراکین انجمن ترقی اردو نے متفقہ طور پر جناب معصوم رضا راہی کو اپنا نمائندہ منتخب کیا۔

اجلاس کی پہلی نشست تقریباً ۹ بجے بخیر و خوبی ختم ہوئی۔

دوسری نشست جناب بھیرو پرشاد صاحب مختار کے دولت کدے پر ہوئی۔ اس نشست میں خاص طور سے یہ مسئلہ زیر بحث تھا کہ اردو کی ترویج و اشاعت اور عوام میں انجمن ترقی اردو کو زیادہ سے زیادہ روشناس کرانے کے لئے ضروری ہے کہ کوئی ایسا قدم اٹھایا جائے جو ہر اعتبار سے مفید ہو۔ اراکین انجمن نے وقت کے اس مسئلے پر پوری توجہ اور انہماک کے ساتھ غور کیا اور سب نے اس رائے کا اظہار کیا کہ آج جبکہ اردو کے ساتھ غیر جمہوری سلوک ہو رہا ہے۔ ہمیں انجمن کی تنظیم کو مستحکم بنانا اور اس کے پروگراموں کو جامہ عمل پہنانا چاہئے۔

باتفاق آرا حسب ذیل تجویز منظور ہوئی۔

متفقہ طور پر یہ طے پایا کہ نومبر کے پہلے ہفتے میں "ہفتہ اردو" منایا جائے۔ حسب ذیل پانچ افراد پر مشتمل ایک سب کمیٹی کی تشکیل ہوئی۔

مولوی وحید اللہ صاحب احراری۔ معصوم رضا صاحب راہی
مولوی علی احمد صاحب حکیم۔ مولوی مولا بخش صاحب انصاری۔ عزیز الحسن صدیقی صاحب۔

سب کمیٹی کے کنوینر عزیز الحسن صدیقی سکریٹری انجمن منتخب ہوئے۔

کانپور

کانپور ڈاک سے ۔ بزم اردو کا اہم اجلاس حلیم کالج لائبریری میں زیر صدارت محمد احمد صاحب رضوی (صدر انجمن ترقی اردو کان پور) منعقد ہوا۔ جس میں مخصوص دعوت پر ذمہ داران جمعیۃ علماء و انجمن ترقی اردو کان پور نے شرکت فرمائی۔ یہ اہم اجلاس دو گھنٹے نہایت کامیابی سے چلتا رہا۔ باتفاق رائے اعلان کیا گیا کہ کل ہند اردو کانفرنس آل انڈیا مشاعرہ اور تعلیمی نمائش یکم و ۲ جنوری ۱۹۵۶ء کو ہوگی۔ اس پروگرام کو کامیاب بنانے کے لئے ایک مجلس استقبالیہ کی تشکیل کر دی گئی جو اپنے زیر نگرانی کل ہند اردو کانفرنس۔ آل انڈیا مشاعرہ اور تعلیمی نمائش کرے گی۔ تمام ہندوستان کے شعراء اور ادبی ذوق رکھنے والے حضرات کو خاص طور پر شرکت کی دعوت دی جا رہی ہے۔ یہ تمام پروگرام انجمن ترقی اردو و جمعیۃ علماء کان پور کے تعاون کے ساتھ ہوں گے۔ جلسے نے باتفاق رائے تین تجویزیں پاس کیں جس کا متن حسب ذیل ہے۔

تجویز نمبر ۱: بزم اردو، جمعیۃ علماء اور انجمن ترقی اردو کان پور کا مشترکہ جلسہ باتفاق طے کرتا ہے کہ یکم و ۲ جنوری ۱۹۵۶ء کو کل ہند اردو کانفرنس مشاعرہ اور ادبی نمائش کی جائے۔

تجویز نمبر ۲: یہ مشترکہ جلسہ صدر جمہوریہ سے استدعا کرتا ہے کہ انجمن ترقی اردو کے مرکزی لیڈروں کی اس یادداشت پر جو علاقائی زبان کے حاصل کردہ ۲۲ لاکھ دستخطوں کے ساتھ پیش کی گئی تھی۔ اور جو ابھی تک اردو داں حضرات کے لئے امید و بیم کا ایک نقطہ بنا ہوا ہے۔ اپنی پوری توجہ مبذول فرما کر یو۔پی میں اردو کو بحال فرما دیں۔ اس مشاورتی جلسے کے نزدیک اردو کی بحالی میں مزید تاخیر اردو کے لئے سخت مضر ہے۔ اور اس سے ریاست کے اردو داں طبقے کے لسانی و تہذیبی استحقاق کو شدید صدمہ پہنچ رہا ہے۔ نیز جلسہ ہذا ناظم اعلیٰ جمعیۃ علماء ہند و سکریٹری کل ہند انجمن ترقی اردو سے اپیل کرتا ہے کہ اس مسئلے کو فوری طور پر حل کرنے کے لئے مناسب کارروائی عمل میں لائی جائے

تاکہ عوام اردو کی بڑھتی ہوئی بے چینی دور ہو۔

تجویز نمبر ۳:۔ جمعیۃ علماء، انجمن ترقی اردو اور بزم اردو کا یہ مشاورتی جلسہ افسران شعبۂ تعلیمات کی اس غیر مناسب مضرت رساں روش کو ملک و قوم کے لئے عموماً اور اردو داں طبقے کے لئے انتہائی افسوسناک تصور کرتا ہے جو گورنمنٹ کے اس سرکلر کے باوجود کہ پرائمری سیکشن میں ایک اسکول میں ۴۰ اور درجہ میں دس اردو پڑھنے والے طلباء کی خواہش کی شرط پوری ہونے پر اردو کو ذریعہ تعلیم مادری زبان کے طور پر قرار دیا جائے اب تک اردو زبان میں تعلیم دینے کا بندوبست نہیں کیا۔ بلکہ سرکلر کی پابندی نہ کر کے اردو کی مخالفت کر رہے ہیں۔ جلسۂ ہذا وزارت تعلیمات مدھیہ پردیش اور ڈائرکٹر ایجوکیشن نیز اردو زبان کے نگراں اعلیٰ کو توجہ دلاتا ہے کہ ایسے افسران کے غیر ذمہ دارانہ اعمال پر سخت باز پرس کی جائے اور شرائط پوری کر دینے والے مدارس میں اردو کی تعلیم کا معقول انتظام فوراً کیا جائے کیونکہ اصول تعلیم کے بموجب پرائمری درجات کی تعلیم مادری زبان میں دینا ضروری ہے۔

(ناشاد فیض آبادی ۔ جنرل سکریٹری)

اورنگ آباد

۱۹ اکتوبر کو اورنگ آباد (دکن) میں ایک شاندار اردو کانفرنس زیر صدارت مولوی فضل الرحمٰن صاحب شروع ہوئی۔ پہلے اجلاس میں صدر نے اپنا خطبہ پڑھتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ اردو زبان کو آسان اور زیادہ سے زیادہ عام فہم بنایا جائے انھوں نے فرمایا کہ:۔

"اس جمہوری دور میں کوئی ادب جسے جنتا نہ سمجھ سکے پنپ نہیں سکتا۔ اپنی زبان کو عام لوگوں میں پھیلانے کے لئے اور اپنے ادب کو گھر گھر مقبول بنانے کی خاطر ہمیں آسان زبان میں لکھنے اور بولنے کی عادت ڈالنا چاہیے۔ اصناف سخن میں ادب کے نئے تقاضوں کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے۔ سب جانتے ہیں کہ زندگی کی طرح ادب کا میدان بھی لامحدود ہے۔ اس میں عشق و محبت ہی نہیں بلکہ سیاست اور معیشت، مذہب اور سائنس اور فلسفہ ہر چیز کی سمائی ہو سکتی ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ ہم کسی نظریے کے تحت اس میدان کو محدود کریں۔"

اردو اور دوسری زبان خصوصاً ہندی کے اختلافات کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے فرمایا کہ:۔

"یہ سچ ہے کہ اردو کسی خاص صوبے کی اکثریتی زبان نہیں ہے اور اسے وہ اہمیت حاصل نہیں جو صوبائی زبانوں کی حیثیت سے دوسری زبانوں کو حاصل ہے۔ لیکن یہ کمزوری ایسی کمزوری نہیں جو جان لیوا ثابت ہو۔ خاص کر جب کہ اردو بولنے والے ایک دوسرے سے ربط قائم کرنے کے لئے وہی زبان استعمال کرتے ہیں جو کبھی ہندوستانی، کبھی اردو، کبھی ہندی کہلاتی ہے۔ اس کے علاوہ ہندی کو پورے ملک کے لئے سرکاری زبان کا درجہ ملنے کے بعد اردو کی حیثیت بھی کچھ اونچی ہو تو تعجب نہیں۔ ان دونوں زبانوں میں جو یکسانیت ہے وہ سب پر ظاہر ہے۔ دونوں کا ڈھانچہ ایک ہے۔ ہزاروں الفاظ ملے جلے ہیں۔ محاوروں میں بہت کم فرق ہے۔ ایک زبان بولنے والے دوسری زبان آسانی سے سمجھ لیتے ہیں۔ صرف رسم الخط کا فرق ہے جو کوئی بڑا فرق نہیں۔

جوں جوں اردو داں طبقہ ناگری رسم الخط سیکھتا جائے گا اور اردو کی بہترین کتابیں ناگری میں اور ہندی کی اچھی کتابیں اردو خط میں شائع ہونے لگیں گی۔ درمیان کی یہ آخری دیوار بھی ٹوٹ جائے گی اور دونوں زبانیں اچھی پڑوسنیں ہی نہیں سگی بہنوں کی طرح مل جل کر رہنا سیکھ لیں گی۔

بہرحال خوشی کی بات ہے کہ ہماری ریاست میں زبان کے جھگڑے نہیں ہیں اور تلنگی، مرہٹی اور کنڑی کے ساتھ ساتھ ہندی اور اردو میں باہمی رواداری اور خیر سگالی کی اسپرٹ پھل پھول رہی ہے۔

ریاست کے چیف منسٹر اور وزیر تعلیم نے بھی کانفرنس کو بہت ہمت افزا پیامات بھیجے۔ ان کے علاوہ باہر کے متعدد ممتاز ادیبوں اور اہل قلم نے اپنے پیامات میں کانفرنس کی ہمت افزائی کی۔

مرکزی انجمن کے جنرل سکریٹری نے اپنے پیام میں لکھا کہ:۔

"عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ کسی بڑی کانفرنس کے بعد کچھ عرصے کے لئے کام سست ہو جاتا ہے اور کام کرنے والے کچھ تکان محسوس کرنے لگتے ہیں۔ ایک حد تک ایسا ہونا کچھ غیر معمولی بات نہیں۔ لیکن زیادہ بہتر یہ ہوتا کہ ایک دفعہ جب کسی تحریک میں کافی گرمی پیدا ہو جائے تو پھر اس کو قائم و جاری رکھا جائے۔ مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ حیدرآباد کے دوستوں نے اردو کانفرنس کے بعد اپنے کام کی رفتار سست نہیں ہونے دیا۔ اور اس تحریک کو پوری ریاست میں پھیلانے کی کوشش کر دی ہے۔ اور جو کچھ میں حیدرآباد کی اردو کانفرنس میں دیکھ چکا ہوں اور ذاتی طور پر حیدرآباد کے دوستوں کے جوش و عمل سے جس قدر واقف ہوں اس کی بنا پر مجھے یقین ہے کہ اورنگ آباد کی یہ کانفرنس پوری طرح کامیاب ہوگی۔ اس کے بعد بھی ضرورت ہے کہ حیدرآباد کے دوسرے مرکزوں مثلاً گلبرگہ، بیدر، ورنگل وغیرہ میں اجتماعات کا سلسلہ جاری رہے تاکہ انجمن کا دائرہ وسیع ہو اور اردو کی آواز ریاست کے ہر گوشے میں پہنچ سکے۔"

ایک غلط زاویہ نظر

مکرمی اڈیٹر صاحب ہماری زبان!

آپ کے ترجمان مورخہ ۱۵ ستمبر ۱۹۵۳ء میں مولانا محمد عاقل صاحب الہ آبادی سابق آرگنائزر جمعیۃ العلماء مدھیہ پردیش کا ایک مکتوب بہ عنوان "مدھیہ پردیش" شائع ہوا ہے۔

مولانائے موصوف نے بحیثیت خادم جمعیۃ العلمائے مدھیہ پردیش میں اردو کے کاموں کی رفتار کا جائزہ جس انداز اور جس مخصوص نقطۂ نظر سے لیا ہے اور پھر اس کو جس مخصوص معنوں میں پیش کیا ہے اسے پڑھنے کے بعد کم از کم میں نے یہی اندازہ لگایا ہے کہ اس تحریر کا نتیجہ اسٹیٹ انجمن ترقی اردو مدھیہ پردیش اور اس کے کارکنوں کی بدنامی کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔

اگر مولانا ذاتی حیثیت سے مدھیہ پردیش کی انجمن کے بارے میں اس سے بھی زیادہ غلط اور بے بنیاد خیالات کا اظہار فرماتے تو شاید میں ان کی تحریر کا جواب نہ دیتا۔ لیکن چونکہ مولانا نے اپنے آپ کو مدھیہ پردیش کی ایک مقتدر اور ذمہ دار جماعت جمعیۃ علماء ہند کا آرگنائزر ظاہر کیا ہے۔ اور اسی حیثیت سے مکتوب متذکرہ تحریر فرمایا ہے۔ اس لئے اس کا جواب بحیثیت ایک خادم اردو اور خادم انجمن مجھ پر لازم ہو جاتا ہے۔ اس لئے بھی کہ مولانا کی تحریر سے مدھیہ پردیش کی حقیقت حال سے ناواقف اردو والوں پر اس کا غلط اثر ہوا ہے۔ اور اس سے انجمن کے کاموں میں رکاوٹ پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔

مولانا نے سب سے پہلی غلط بات چھتیس گڑھ کی انجمن کے متعلق فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ چھتیس گڑھ کی ایک علیحدہ انجمن ہے۔ حالانکہ یہ بات سراسر غلط ہے۔ البتہ چھتیس گڑھ کے کچھ حامیان اردو نے اس کی کوشش کی تھی مگر وہ کامیاب نہ ہو سکی۔

اسی طرح مولانا نے علاقہ نماڑ کے متعلق اپنی عدم معلومات کا ثبوت دیکر صرف برہان پور کی انجمن کا ذکر کیا حالانکہ نماڑ کے صدر مقام کھنڈوہ میں بھی انجمن کی باقاعدہ اور باعمل شاخ موجود ہے جس نے اردو کی بقا اور اشاعت کے لئے کافی کام کئے ہیں۔

مولانا نے سب سے بڑی غلطی اردو پرائمری اسکولوں کے متعلق واقعات کے بیان کرنے میں کی ہے۔ ابھی تک اس مسئلے کا نہ تو حکومت نے کوئی فیصلہ کیا ہے اور نہ انجمن نے بلکہ ابھی تو یہ مسئلہ وہیں ہے جہاں تھا۔ مگر مولانا نے جمعیۃ العلماء ناگپور سے انتہائی عقیدت کی بنا پر تحریر فرما دیا ہے کہ ماہ دسمبر میں کارپوریشن نے اپنی تجویز واپس لے لی ہے اور مدارس بحال کر دئے گئے ہیں

اس کو مولانا نے جمعیۃ العلماء ناگپور کی کارکردگی کی ایک معمولی مثال قرار دیا ہے اس سلسلے میں اتنا جو ایک کام ہوا وہ یہ ہے کہ شاکر اورنگ آبادی سکریٹری انجمن ترقی اردو مدھیہ پردیش کی یادداشت جو وزیر اعظم مدھیہ پردیش کو ۱۲ ستمبر کو بھیجی گئی۔

اس کے بعد برہان پور کی اردو کانفرنس کا ذکر ہے۔ اس کانفرنس کو بھی مولانا نے جمعیۃ العلماء برہانپور کی سعی بلیغ تحریر فرمایا ہے۔ حالانکہ یہ کانفرنس انجمن ترقی اردو برہان پور کے اہتمام میں زیر صدارت پنڈت سندر لال جی منعقد کی گئی اور جسے اسٹیٹ انجمن ترقی اردو کے نائب صدر جناب حاجی صلاح الدین صاحب کا پورا تعاون حاصل تھا۔ حاجی صاحب موصوف نے بذات خود ۴ اکتوبر کو ناگپور میں مولانا کے بیان کی پرزور الفاظ میں تردید فرمائی اور یہاں تک کہا کہ اس کانفرنس کو مقامی جمعیۃ العلماء برہان پور کا قطعاً تعاون حاصل نہیں تھا۔

مولانا کے متذکرہ بالا غلط بیانات اور بے بنیاد اطلاعات کی روشنی میں مولانا کے اس مشورے کو بھی ملاحظہ فرمائیے جس میں نئی ممبر سازی اور معین مدت میں جدید انتخابات کا مشورہ دیا گیا ہے اور انتخابات عہدہ داران صوبہ میں محبوب و مسلم لوگوں کو لینے کی طرف اشارہ فرما کر جمعیۃ العلماء کے عہدہ داروں کی مدح خوانی فرمائی گئی ہے نیز انجمن کے خود کفالتی کے ذکر کے ساتھ ایسے لوگوں کو اپنانے کا مشورہ دیا گیا ہے جو مالی امداد دینے کے قابل ہوں۔

مجھے مولانا کی ذات گرامی یا جمعیۃ العلماء ناگپور کے عہدہ داروں سے کوئی بیر ہے نہ کد لیکن جہاں تک اردو کے مفاد اور انجمن کی فلاح کا تعلق ہے میں حق گوئی کو روا رکھنا نہ صرف جائز بلکہ اپنا فرض سمجھتا ہوں اس لئے مجھے کہنے دیجئے کہ مولانا جو یقیناً مذہبی سوجھ بوجھ کے ساتھ سیاسی بصیرت رکھتے اور لسانی مسئلہ بالخصوص اردو کے معاملے کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ ایک بار پھر اردو کو ایک فرقہ کی زبان بنانے کی سعی فرما رہے ہیں اور انجمن ترقی اردو سے ایک بار پھر وہی غلطی کروانا چاہتے ہیں جو غیر منقسم ہندوستان میں سابق انجمن ترقی اردو ہند دہلی نے مسلم لیگ کے ساتھ اشتراک و تعاون کر کے کی تھی جس کا خمیازہ آج تک اردو ہندوستان میں بھگت رہی ہے باوجودیکہ وہ بھارت کی زبان تسلیم کر لی گئی ہے۔ تعجب ہے کہ مولانا جو صوبہ یوپی کی جمعیۃ علماء کے ناظم اعلیٰ بھی ہیں کیونکر مسلم لیگی غلط فہمی کا شکار ہو رہے ہیں شاید مولانا کو یہ احساس نہ رہا ہو کہ جمعیۃ علماء ہند مسلمانان ہند کا ایک مذہبی ادارہ ہے۔ اور اردو ہندوستان کی مشترکہ تہذیب کی میراث ہے اس پر ایک ہندو ایک سکھ اور ایک عیسائی کو بھی اتنا ہی حق حاصل ہے جتنا ایک مسلمان کو۔ پھر جمعیۃ علماء کے کسی ذمہ دار رکن کا اپنی جماعت کے نقطۂ نگاہ سے اردو کے مسئلے کو دیکھنا اور اس پر عمل کرنے کی تلقین کرنا کہاں تک حق بجانب اور مناسب ہے اگر واقعتاً آپ کو یا آپ کے ہم نواؤں کو اردو سے سچی ہمدردی اور حقیقی درد ہے تو میں آپ سے اردو کے نام پر اپیل

کروں گا کہ آپ اور آپ کے ہم نوا پہلے جمعیۃ العلماء کے عہدوں سے مستعفی ہوجائیں اور اس کے بعد اردو کی خدمت کرنے کے لئے میدان میں آئیں آپ کا اور آپ کے ہم نواؤں کا یہ عمل نہ صرف اردو کے لئے بہتر ہوگا بلکہ خود جمعیۃ کے لئے بھی مفید اور مناسب ہوگا۔ دونوں اداروں کو جن کے مقاصد قطعاً ایک دوسرے سے علٰحدہ علٰحدہ ہیں۔ خلط ملط کر دینا اس غلطی کو دہرانے کے برابر ہے جو مسلم لیگ نے سابق انجمن ترقی اردو کو اپنا ساتھی بنا کر کی تھی۔

اب رہی بات اسٹیٹ انجمن ترقی اردو کے عمل خدمت اور صوبائی تنظیم کی تو میں اس سلسلے میں خود ستائی کا مرتکب بننا نہیں چاہتا۔ البتہ مولانا سے نہایت ادب کے ساتھ اس قدر عرض کرنے کی جرأت کرنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ کے نزدیک بڑی بڑی کانفرنسوں بڑے بڑے ہنگاموں اور جلسے جلوسوں کا نام خدمت اور عمل ہے تو بلاشک تعرف اسٹیٹ انجمن ترقی اردو مدھیہ پردیش اس عمل سے قاصر رہی ہے بلکہ خود مرکزی انجمن کے دفتر میں اس قماش کی خدمتیں شاذ و نادر ملیں گی شاید یہ خدمتیں انجمنوں سے اس لئے بھی نہ ہو سکیں کہ ان کو شہرت و نمود کے دلدادہ دولت مندوں کا تعاون نہیں ملا۔ اور نہ انجمن نے کبھی اس قسم کے لوگوں کا اشتراک حاصل کرنے کی کوشش کی آپ نے چھ ہزار روپے کی گراں قدر رقم صرف کرکے ایک ہنگامہ کر لیا۔ اور انجمن نے غریب کارکنوں کے بل بوتے پر وہ تاریخ بنائی جو ہزاروں سال بھلائی نہ جاسکے گی۔ جس کو حکومتیں مٹا دینا چاہیں گی بھی تو مٹا نہ سکیں گی۔ کاش آپ انجمن پر تنقید کرنے سے پہلے انجمن کے کارکنوں سے مل کر ان کے نامۂ اعمال کو دیکھنے اور جانچنے کی کوشش کرتے اور ازراہ اردو نوازی ان سے ان کی مشکلات معلوم کرتے۔ نام و نمود کے خواہش مند سرمایہ داروں کے بل بوتے پر ہزاروں ہنگامے کئے جاسکتے ہیں۔ لیکن کمال تو جب ہے کہ آپ ان کی دولت پر ٹھوس اور پائیدار خدمت انجام دیں جس میں کام پہلے اور نام بعد میں ہوا کرتا ہے۔

صوبے میں تنظیم کا مسئلہ اور وہ بھی انجمن ترقی اردو کی تنظیم تو مولانا یہ کام اتنا آسان نہیں کہ ایک دو چار تقریریں کیں اور تنظیم ہوگئی۔ سابق انجمن ترقی اردو نے جب اس کا بیڑا اٹھایا تھا تو اسے بھی وہ کامیابی حاصل نہ ہو سکی تھی جس کی ضرورت تھی۔ حالانکہ اس وقت ماحول اس کے موافق تھا اور مسلم لیگ ہر جگہ اس سے تعاون کر رہی تھی۔ البتہ انجمن کے صوبائی کارکنوں نے اپنی خدمات کو بیش از بیش بتانے کے لئے صوبے بھر میں انجمن کی شاخوں اور شبینہ مدارس کا شہرہ کر دیا تھا۔ لیکن حقیقت کچھ اور تھی لیکن موجودہ اسٹیٹ انجمن ترقی اردو اس قسم کا شہرہ نہیں چاہتی اور نہ اس نے مرکزی انجمن کو اس قسم کی بیش از بیش خدمات کی فہرست بھیجی ہے وہ جب صحیح پر تنظیم چاہتی ہے۔ اس کے لئے کافی سرمائے کی ضرورت ہے اور سرمایہ بیچارے غریب اردو دانوں اور مخلص حامیان اردو کے پاس مفقود ہے

یہاں آپ فرما دیں گے کہ پھر سرمایہ داروں سے تعاون کیوں نہیں کیا جاتا تو مولانا آپ سرمایہ دار کی نفسیات سے واقف نہیں ہیں وہ اپنے سرمائے سے وہیں تعاون کرتا ہے جہاں اس کا ذاتی مفاد کام کرتا ہے یا پھر اسے ہنگامی شہرت حاصل ہوتی ہے۔ ذرا آپ بھی آزما دیکھئے اپنے سرمایہ داروں کو صوبے کے دیہی علاقوں میں عربی اور مذہبی تعلیم کے اسکول کھول کر جس کی امداد سے سرمایہ دار کو نہ تو شہرت حاصل ہو سکتی ہے نہ وزراء حکومت سے ملنے کے بار بار مواقع فراہم ہو سکتے ہیں تو آپ کو تجربہ ہو جائے گا کہ سرمایہ دار آپ سے کہاں تعاون کرتا ہے دور کیوں جائیے ذرا آپ مرکزی انجمن کے معتمد جناب قاضی عبدالغفار صاحب سے ہی دریافت کرکے دیکھئے کہ انجمن ترقی اردو پر صوبہ یوپی یا علاقائی زبان کی تحریک چلانے کے سلسلے میں جو قرض ہو گیا ہے اس کو اتارنے کے لئے کتنے سرمایہ داروں نے فی الحقیقت تعاون کیا حالانکہ یہ کام ایک شخص واحد کر سکتا تھا۔

مدھیہ پردیش میں اردو کا درد رکھنے والے سرمایہ داروں سے آپ کام لینا چاہتے ہیں۔ اور اگر آپ کو کل اعتماد ہے کہ یہ لوگ جمعیۃ العلماء کی کانفرنس کے انعقاد کی طرح انجمن کو شبینہ مدارس چلانے میں بھی ویسا ہی تعاون کریں گے تو آپ اپنی اولین فرصت میں ناگپور چلے آیئے۔ اور ان سے صرف چار ہزار روپیہ جمع کرکے انجمن کے نام پر بنک میں جمع کروا دیجئے تو اسٹیٹ انجمن ترقی اردو کے موجودہ اور ناکارہ عہدے دار ایک لمحہ کی دیر کئے بغیر ان مخلص حامیان اردو کے حق میں اپنے عہدوں سے مستعفی ہو جائیں گے۔ اور رضاکارانہ تعاون کی اسی وقت قسم کھا لیں گے۔

مجھے امید ہے کہ آپ اتنا تجربہ ضرور کریں گے۔ ہم تو اردو کی بھلائی چاہتے ہیں خواہ وہ ہمارے ہاتھوں ہو یا کسی جاگیر دار یا نواب کے ہاتھوں۔ فقط

آپ کا

فیض انصاری

(معتمد مالیات اسٹیٹ انجمن ترقی اردو مدھیہ پردیش)

[یہ بحث آئندہ ہماری زبان کے صفحات پر جاری نہیں رکھی جاسکتی]

"ہماری زبان" سے متعلق خط و کتابت کرتے وقت اور منی آرڈر سے تجدیدی چندہ بھیجتے وقت خریداری کا نمبر دینا ضروری ہے۔

منیجر

تبصرے

اسلامی عقائد اور سائنس

ملنے کا پتہ: ادارہ نشر و اشاعت دارالعلوم ۔ دیوبند

قیمت آٹھ آنے

اس کتابچے کے مصنف مولانا عزیز احمد صاحب قاسمی بی اے جامعہ فاضل دیوبند ہیں۔ موصوف نے خدا کی ذات اور صفات پر سائنس کی تازہ ترین تحقیقات کی روشنی میں قوی دلیلیں فراہم کی ہیں اور ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مجسم ہونا محال ہے۔ وہ عالم الغیب ہے، قادر مطلق ہے اور ہر جگہ موجود ہے وغیرہ وغیرہ۔ تقریب میں مولانا نے لکھا ہے یہ رسالہ چند شبہات کے ازالہ کے لئے لکھا گیا ہے۔ جو ایک سکریجویٹ کو پیش آئے تھے۔

موضوع کے لحاظ سے کتاب نئی نہیں ہے۔ مذہب و سائنس پر عرصہ ہوا مولانا ظفر علی خاں صاحب نے ایک کتاب لکھی تھی جس کے دیباچے میں بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب نے مذہب اور اس کے متعلقات سے بڑی مفید بحث کی ہے۔

ہیروئن کی تلاش (ڈرامہ)

ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ جامعہ نگر ۔ نئی دہلی

قیمت دس آنے

اردو زبان میں ڈرامے کی ان روایتوں کا بے حد فقدان ہے جن روایتوں سے یونانی، انگریزی اور فرانسیسی ڈراموں کو عروج کی سندملی ہے۔ پارسی ناٹک کمپنیوں اور آغا حشر مرحوم کی کوششوں نے ہرچند کہ ڈرامے کی ترقی کے لئے میدان ہموار کردیا تھا اور ڈرامے کو اسٹیج سے کافی قریب کردیا تھا۔ مگر بولتی فلموں کے رواج نے ان کی کوششوں پر پانی پھیر دیا۔ اب ڈرامے زیادہ تر پڑھنے کے لئے لکھے جاتے ہیں۔ لیکن "ہیروئن کی تلاش" اس سے مستثنیٰ ہے۔

اس ڈرامے کے مصنف شیخ الجامعہ مجیب صاحب ہیں جن کا شمار ملک کے اچھے لکھنے والوں میں کیا جاتا ہے اور وہ اپنے اظہار خیال کا ایک خاص اسلوب بھی رکھتے ہیں۔

ڈرامہ پڑھنے کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کسی مصور نے چند نامکمل اور دھندلے خاکے بنا کر چھوڑ دئے ہیں۔ پھر بھی "شیو چرن" "بے روزگار نوجوان اور" "رام رتن" نال دار بیوپاری کے کردار بہت صاف اور واضح ہیں۔

ڈرامہ متوسط طبقے کی کھوکھلی زندگی اور اقدار پر طنز ہے اور یہ طنز زیادہ گہرا اور موثر ہوسکتا تھا۔ اگر فاضل مصنف نے اس کے امکانات سے فائدہ اٹھایا ہوتا۔

کرداروں کا انتخاب قابل داد ہے۔ مگر تمثیل کی بدقسمتی سے وہ زیادہ ابھر نہیں سکے ہیں۔

مکالموں میں ہلکے پھلکے مزاح کی چھینٹیں بھی ہیں جن کی وجہ سے قاری کو تکان نہیں ہوتا۔ مجیب صاحب جیسے اہل قلم سے ڈرامے کی صنف کو بہت زیادہ امیدیں ہیں۔

حقیقت ذکر

ملنے کا پتہ: کتب خانہ انجمن ترقی اردو جامع مسجد ۔ دہلی

قیمت مجلد دو روپے بارہ آنے

"حقیقت ذکر" ایک خالص مذہبی اور صوفیانہ کتاب ہے جس میں قرآن اور احادیث کی شہادتوں سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مضطرب الحال انسان اپنی روح کی پراگندگی اور پریشان خیالی کا علاج کس طرح کرسکتا ہے۔ اور انسانیت کی تکمیل خدا کے ذکر اور اس کے فرمان کی تعمیل کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

"ذکر" صوفیائے کرام کی ایک خاص اصطلاح ہے اور اس کی کئی قسمیں ہیں اور مختلف سلسلوں میں اس کے مختلف طریقے بتائے گئے ہیں جو طالب حق کو اس کی استعداد کے مطابق شیخ وقت تعلیم کرتا ہے۔

خانہ جنگی (ڈرامہ)

ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ جامعہ نگر ۔ نئی دہلی

قیمت ایک روپے آٹھ آنے

مجیب صاحب کا یہ تاریخی ڈرامہ دوسری بار شائع ہوا ہے۔ اس میں دارا کے زوال اور عالمگیر کی تخت نشینی کے زمانے کے سیاسی حالات پیش کئے گئے ہیں۔ جب مسلمان تیموری دور سے گزر رہے تھے اور خانہ جنگی جو قوم وملت کے لئے لعنت ہے اپنے پورے شباب پر تھی۔

ڈرامے میں نمایاں کردار ملا ابوالقاسم کا ہے جو ایک ایسے شخص کا نمائندہ ہے جس کو اپنی ملت سے بے پناہ محبت ہے اور وہ ملت کے اجزائے پریشاں دیکھتا ہے۔ کڑھتا ہے۔ بے چین ہوتا ہے۔ مگر اس عذاب سے نجات دلانے کی کوئی تدبیر اور قابل قبول حل پیش نہیں کرتا اور یہی اس کے کردار کا المیہ ہے۔ ڈرامے میں اس دور کے خوف وہراس، امید وبیم اور ذہنی کشمکش کا نقشہ بڑی خوبی سے کھینچا گیا ہے۔

ڈرامے میں اسٹیج کئے جانے کی پوری صلاحیت موجود ہے مگر موضوع کی خشکی کامیابی کی سدراہ ہے۔

مشیر نو یہ ایک ہندی رسالہ ہے جو دیال کپاڈیا ہیر پی جا جی داتر ورکس روڈ علی گڑھ سے شائع ہوتا ہے۔ اس میں صوفیانہ خیالات کے مضامین ہوتے ہیں اور مرتب کرنے والے ایک خاص مشن کی تبلیغ کرتے ہیں۔ جس کا جلی عنوان یہ ہے کہ آدمی جب انسان بن جائے تو دنیا جو جہنم بنی ہوئی ہے جنت بن جائے گی۔

رسالے کے چیف ایڈیٹر منشی لال گوکل صاحب ہیں جو اسی ضلع میں کہیں کے مجسٹریٹ ہیں۔ ان کے خیالات قابل قدر ہیں اور محنت لائق ستائش ہے۔

رسالے کی سالانہ قیمت تین روپے ہے۔

میر تقی میر

(ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی)

(از عبدالشکور)

انجمن ترقی اردو ہند نے ابھی حال ہی میں میر تقی میر پر ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی کی معرکتہ الآرا تصنیف شائع کی ہے۔ اس اشاعت پر انجمن مبارکباد کی مستحق ہے۔ اس میں شک نہیں کہ میر تقی میر اور احوال غالب دونوں ایسی تصانیف ہیں جن کی اشاعت پر انجمن بجا طور پر ناز کر سکتی ہے۔

میر تقی میر کے بارے میں پروفیسر حامد حسن قادری کا یہ خیال ہے کہ "اردو کے اس شاعر اعظم کی حیات اور شاعری پر یہ تصنیف ادبیری انسائیکلو پیڈیا" کا حکم رکھے گی۔ پروفیسر آل احمد سرور کا خیال ہے کہ میر کے دور کی پوری تاریخ جس طرح فاروقی صاحب نے پیش کی ہے یہ ان کا کارنامہ ہے۔ پروفیسر ضیاء احمد فرماتے ہیں کہ یہ کتاب شیخ چاند کی تصنیف "سودا" سے رتبے میں کسی طرح کم نہیں ہے اسی لئے اس شاہکار کی اشاعت انجمن کا ایک بڑا کارنامہ تصور کیا جا رہا ہے۔ میر پر اردو میں ایک مستند، جامع تصنیف کی بڑی ضرورت تھی خوشی کی بات ہے کہ یہ کمی پوری ہو گئی۔

اردو کے کلاسیکل شعراء میں میر کا رتبہ سب سے بلند ہے۔ انھوں نے صرف اپنے زمانہ ہی کے ادب پر نقش نہیں چھوڑا بلکہ آج تک ان کے فن کے اثرات اردو شاعری میں جا بجا ملتے ہیں۔ جو دہ غالب نے کہا ہے۔

"آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہیں"

ایسے بلند مرتبہ شاعر کے کلام پر مفصل تنقید و تبصرہ کی بڑی ضرورت تھی۔ یہ معلوم ہونا چاہئے تھا کہ میر کی شخصیت کیسی تھی۔ انھوں نے کیا تعلیم حاصل کی۔ کس خاندانی ماحول میں نشوونما پائی۔ کیسے سیاسی اور سماجی ماحول میں زندگی گزاری۔ اور کس نوع کے اثرات ان کے فلسفہ حیات اور ان کے فن پر پڑے۔ چونکہ خواجہ صاحب نقاد ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بڑے محقق بھی ہیں۔ اس لئے اس تصنیف میں تنقید اور تحقیق کا ایک صحیح اور متوازن امتزاج ملتا ہے۔ اور اسی باعث اس تصنیف کی قدر و قیمت میں اضافہ ہو گیا ہے۔

فاضل مصنف نے کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) حصہ اول۔ حیات اور سیرت۔

(۲) حصہ دوم۔ تصانیف نظم۔

(۳) حصہ سوم۔ تصانیف نثر۔

پہلے حصہ میں میر کے زمانہ کا تاریخی پس منظر پیش کیا گیا ہے اور اس میں شک نہیں کہ کتاب کے اس حصے کا مرتب کرنا سب سے دشوار گزار منزل تھی۔ یہ زمانہ شمالی ہند میں تاریخی اعتبار سے بڑی شورش اور انتشار کا زمانہ تھا۔ اس کے مربوط، مسلسل تاریخی واقعات معلوم کرنا مشکل تھا اور اس دور کے سماجی حالات اور ثقافتی اثرات کا پتہ لگانا مشکل تر، خواجہ صاحب چونکہ تاریخ ہند کے ایک اچھے طالب علم رہے ہیں۔ اس لئے درجنوں کتابوں اور مخطوطات کی مدد سے وہ اس حصے کو صحت، صفائی اور خوش اسلوبی سے لکھنے میں کامیاب ہوئے۔ ان کے یہ صفحات ہند کی تاریخی لٹریچر میں بھی ایک قابل قدر اضافہ ہیں۔

اس تصنیف کے دو حصے خاص طور سے پڑھنے کے قابل ہیں۔ اولاً باب دوم میں۔۔۔ میر کی سیرت اور ان کے بنیادی تصورات کا جائزہ لیا گیا ہے اور ان اثرات کو بیان کیا گیا ہے جو میر کی شخصیت کی تعمیر میں معاون و مددگار ہوئے۔

"میر اپنے غلط ماحول اور بیرونی تناقضات سے
کسی قیمت پر بھی مصالحت نہیں کر سکتے، اس لئے
ان کی ساری بغاوت ایک عجیب فراریت یا بے
دماغی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ یا پھر وہ زمین و آسمان
کی ہر چیز سے الجھنے لگتے ہیں۔"

یہ بے دماغی نہ تھی بلکہ بقول خواجہ صاحب یہ الجھاؤ باطنی تضاد اور اندرونی پیکار کا اظہار تھا۔ فاضل نقاد نے اس باب میں بڑی سائنٹفک تحلیل نفسی پیش کی ہے۔ اور میر کی شخصیت اور سیرت کے صحیح خدوخال ملک کے سامنے پیش کئے ہیں۔

میر کی غزلوں اور مثنویوں پر فاضل مصنف نے مفصل تنقید کی ہے اس شاعر اعظم کی شاعری کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جو تشنہ رہ گیا ہو۔ نقاد کی حیثیت سے خواجہ صاحب کے بالغ نظر، دور رس اور دقیقہ سنج ہونے میں کوئی شک نہیں۔ لیکن کہیں کہیں ان کی تنقیدی نگارشات میں جذباتی رنگ بہت زیادہ ابھر آتا ہے۔ اور وہ جذبات سے بے قابو ہو جاتے ہیں۔ مثلاً۔

"میر کی نامرادی، دل سوزی، خستگی و برشتگی نے
تغزل میں ایک معیاری شان پیدا کر دی اور ان
کے کلام کو سوز و گداز کا آتش کدہ بنا دیا۔۔۔۔۔
ان کا ہر آنسو ایک شعر ہے، اور ہر مصرعہ ایک

خون کی بوند۔ ان کا دل مضغۂ گوشت نہیں بلکہ سوز عشق کا آتش کدہ ہے۔ اسی لئے ان کے یہاں انجم کانپ کانپ جلتے ہیں.......... غم عشق اور غم روزگار نے میری ہستی کو مٹا دیا۔ لیکن یہ ہی خاکستر سمندر کی طرح ان کی شاعرانہ زندگی کا وہ سامان وجود" ہے، انھوں نے اپنی شاعری کو دل کی آگ میں تپایا ہے، اور مٹ کر ایک نئی زندگی حاصل کی ہے"

اس تصنیف کی اشاعت اور طباعت دونوں دلکش اور پسندیدہ ہیں اور اس میں شک نہیں کہ اس کتاب کی اشاعت اردو ادب میں ایک بہت دلکش اور مفید اضافہ ہے۔

انجمن کی نئی کتابیں

احوال غالب

(مرتبہ ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو)

غالبیات کے اس سلسلے کی پہلی کتاب ہے جو انجمن شائع کرنا چاہتی ہے۔ ملک میں اصحاب ذوق اور اہل نظر نے اس کتاب کا بہت پرجوش خیر مقدم کیا ہے۔ فاضل مولف غالبیات پر بہت وسیع نظر رکھتے ہیں اور اس موضوع کے مسلمہ ماہرین سے ہیں۔ جس محنت اور وسعت نظر کے ساتھ یہ کتاب مرتب کی گئی ہے۔ اس کا اعتراف ملک کے بہترین اہل علم اور ادیبوں نے کیا ہے

(قیمت ۴ روپے فی جلد)

باپو کے قدموں میں

صدر جمہوریہ ڈاکٹر راجندر پرشاد نے گاندھی جی کے ساتھ اپنی ابتدائی سیاسی زندگی کا حال بہت دلچسپ پیرائے میں لکھ کر شائع کرایا تھا لیکن وہ کتاب دیوناگری رسم الخط میں تھی اس لئے محترم صدر کی اجازت سے انجمن نے اس کو اردو رسم الخط میں منتقل کیا ہے طباعت بہترین ٹائپ کی ہے اور بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ انجمن نے اس سے زیادہ دیدہ زیب اور خوبصورت کتاب ابھی تک کوئی اور نہیں شائع کی۔ فاضل سوانح نگار کے اعلیٰ مرتبہ کا لحاظ کر کے انجمن نے اس کتاب کو بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے۔ ڈاکٹر راجندر پرشاد کے قلم سے گاندھی جی کی تعلیمات کا یہ مطالعہ بہت ہی دلچسپ ہے اور اس قابل ہے کہ ملک کے ہر کتب خانے میں جگہ پائے۔

اس کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے اور ہر حصے کی قیمت پانچ روپے ہے۔

(اور مکمل سٹ کی قیمت پندرہ روپے)

حیات اجمل

اس کے مرتب قاضی محمد عبد الغفار صاحب ہیں اس سوانح حیات کا بہت دنوں سے انتظار تھا۔ اس میں مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب کی صرف سوانح عمری ہی نہیں ہے بلکہ اس دور کی پوری سیاسی تحریکات کا خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ جس میں حکیم صاحب مرحوم کے عظمت و کردار کا پتہ چلتا ہے

اس کتاب کی بڑی خوبی مصنف کے انداز بیان کی دلکشی بھی ہے جس کے متعلق بمبئی کے انگریزی اخبار بھارت جیوتی نے لکھا ہے کہ

"قاضی محمد عبد الغفار نے جو اردو کے بہت بڑے عالم اور انشا پرداز ہیں ایک عظیم الشان شخصیت کی سوانح حیات لکھ کر بڑی خدمت انجام دی ہے یہ کتاب اس زمانے کی سیاسی انقلابات کی ایک مستند تاریخ ہے اور پر لطف اردو میں لکھی گئی ہے"

(قیمت مجلد آٹھ روپے)

مخدوم

(انتخاب کلام مخدوم محی الدین)

نئی نسل کے ممتاز اور ترقی پسند شاعروں میں مخدوم کا مقام بہت بلند ہے۔ ان کی شاعری اس بے پناہ جذبے کے تحت ان کی ابتدائی زندگی میں شروع ہوئی تھی اور بعد کی سیاسی مصروفیات میں تقریباً ختم ہو گئی تھی پھر بھی جو کچھ انھوں نے لکھا وہ نئی نسل کے طاقتور احساسات کا آئینہ دار ہے۔ انجمن نے نوجوان شعرا کے کلام کے انتخابات کا جو سلسلہ شروع کیا ہے اسی کی ایک کڑی یہ کتابچہ بھی ہے۔

(قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے)

وجد

حیدرآباد کے مشہور شاعر سکندر علی وجد کے کلام کا مختصر انتخاب۔

وجد صاحب کا نام اردو شعر و ادب سے ذوق رکھنے والے سبھی جانتے ہیں اور اس کا بھی علم رکھتے ہیں کہ وجد کا بیان اور ان کے انداز فکر میں خاص قسم کی ندرت اور کشش ہوتی ہے۔ جس میں ان کا فطری سوز بھی شامل ہوتا ہے۔

کتاب اعلیٰ قسم کے کاغذ پر خوب صورت ٹائپ میں چھاپی گئی ہے

(قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے)

پرنٹر پبلشر قاضی عبد الغفار نے نیشنل پریس میں چھپوا کر مرکزی انجمن سے شائع کیا۔